انصار احمد شیخ*

اردو زبان میں عربی اور بالخصوص قرآنی الفاظ کا جائزہ (معنوی، تلفظی اور املائی تناظر میں)

A Survey of Usage of Quranic words in Urdu Language: Semantic, Accentual and Orthographic perspective

Abstract:

It is commonly assumed that plethora of languages have taken part in the evolution of Urdu. A great deal of words, idioms, allusions have been borrowed and adopted from the holy Quran and Arabic language. In the process of adoption and assimilation of the words from Arabic, Urdu stays stick to its own conventions and syntactical rules. Urdu does not always follow actual accent, pronunciation, orthography and even meaning of words of original Arabic language. In this article, the author has sought to examine critically the varied influences of Quranic and Arabic language on Urdu and the instances of similarity, modification, change, and alteration have been quoted abundantly.

Keywords: Quran, Arabic Language, Urdu Language, Quranic Vocabulary, Apparent, Implied, Pronunciation, Similarity, Difference, Ascertainment, Change and Alteration.

اردو زبان میں قرآنی الفاظ کے استعمال سے متعلق کتب، مقالات اور مضامین نہ ہونے کے برابر ہیں۔ البتہ اردو اور عربی کے باہمی تعلّق اور اردو ادب میں قرآنی موضوعات سے متعلق کتب و مقالات رقم کیے گئے ہیں[1]۔ اردو زبان میں عربی لسانیات کی تفہیم کے حوالے سے بھی کثیر کتابیں موجود ہیں۔ اسی طرح اردو میں بھی املا، زبان اور قواعد وغیرہ کی کتابوں میں کہیں کہیں قرآنی لفظیات کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان سب میں بیش تر مباحث اور گفتگو کا مرکز و محور قرآن کی بجائے عربی لفظیات ہی ہیں۔ قرآنی الفاظ، اردو املا یا اردو لسانیت کے تعلق سے تحقیقی مقالات تحریر نہیں کیے گئے۔ یہاں تک کہ ماہرینِ لسانیات بھی محض زبانی کلامی قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق الفاظِ قرآن کا اردو زبان اور اردو املا کے تناظر میں جائزے کو ضبطِ تحریر میں لانے کی ہنوز جامع اور مربوط کوشش نہیں کی گئی۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے راقم نے قرآن اور اشاریۂ قرآن کا بالاستعیاب مطالعہ کیا اور قرآنی لفظیات

جو اردو میں مروّج ہیں، کا انتخاب کرکے ان کا املائی، معنوی اور تلفّظ کی سطح پر اختصار کے ساتھ تجزیہ پیش کیا۔ نیز اس مقالے میں الفاظِ قرآن اور اردو میں یکسانیت اور تفاوت کے ذیل میں بعض نئے گوشوں کو بھی متعارف کرانے کی مقدور بھر سعی کی ہے۔

اس بات سے سب باخبر ہیں کہ اردو زبان میں کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ ہندی اور فارسی کی طرح عربی زبان کا بھی معتدبہ ذخیرہ اردو زبان میں در آیا ہے۔ زندہ زبانوں کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ ان میں وقت اور زمانے کے اعتبار سے نِت نئے الفاظ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اردو میں عربی لفظیات کا ورود فارسی زبان کے ذریعے اور براہِ راست بھی ہوا ہے۔ عربی زبان کی اصطلاحات، عروضی نظام، اصنافِ سخن اور فنِ شعر گوئی وغیرہ نے اردو زبان کے دامن کو وسعت عطا کی ہے۔ اگر فارسی اور ہندی ہماری معاشرتی و تہذیبی زندگی کا محرّک بنی ہے تو عربی زبان نے مسلم معاشرے کی تشکیل میں موثّر کردار ادا کیا ہے۔ عربی زبان کا شمار دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے۔ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) نے عربی کو بہ حیثیت بولی عبرانی اور سریانی سے بھی مقدّم اور قدیم گردانا ہے [۲]۔ عربی زبان کے فروغ میں اسلامی سلطنتوں نے غیر معمولی کردار ادا کیا۔ عربوں کے ساتھ اِس زبان نے بھی سفر کیا۔ نتیجتاً متعدّد ممالک میں یہ زبان بولی جانے لگی اور قرآن کے تعلق نے اِس زبان کو مسلمانوں میں بالخصوص مزید معتبر بنادیا۔

یوں عربی زبان کی طرح اردو نثر و نظم میں قرآنی تلمیحات، تشبیہات، استعارات، فقرات، محاورے، مرکبات، تذکیر و تانیث، ضرب الامثال، اسماو مصادر، اقسامِ حرف، اقسامِ فعل وغیرہ بڑی تعداد میں داخل ہوگئے۔ قرآنی عربی کے صرفی و نحوی قواعد کے تحت بھی کثیر الفاظ اردو زبان میں ماخوذ و مشتق ہیں۔ بے شمار الفاظ اپنے حقیقی اور مجازی معنوں میں استعمال ہونے لگے۔ ان میں اکثریت اپنی اصل کے مطابق یعنی من و عن اردو میں مستعمل ہے، جنھیں دخیل الفاظ بھی کہا جاتا ہے اور کثیر تعداد ایسے الفاظ کی بھی ہے، جن کا تعلق قرآنی عربی سے ہے، لیکن املائی اعتبار سے ان میں فرق آچکا ہے۔ اِس فرق کا اظہار اردو زبان میں کئی طرح سے کیا گیا ہے، جس کا آگے چل کر ہم تفصیلی ذکر کریں گے۔

قرآنی لفظیات کو اردو زبان وادب میں تین طرح سے دیکھا جاسکتا ہے، اوّل: معنوی اعتبار سے، دوم: تلفّظ، اور سوم: املائی سطح پر۔ اِن تینوں انداز میں ہمیں کہیں یک سانیت تو کہیں تفاوت نظر آئے گا۔ قواعد میں بھی یہ تغیّر دیکھنے کو ملے گا۔ انتقالِ الفاظ میں یہ تبدیلی اچنبھے کی بات نہیں۔ زبانوں میں عموماً ایسا ہوتا ہے، لیکن اردو زبان میں یہ صورت گری کچھ زیادہ ہی ہے۔ اگر اوّل الذّکر معنوی اعتبار سے قرآنی الفاظ کی بات کریں تو اِس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں ایسے قرآنی الفاظ جو شکل اور معانی میں اردو زبان سے متشابہ ہیں۔ ان الفاظ کی کثیر تعداد اردو میں مستعمل ہے۔ (اِس مقالے کی قرآنی لفظیات کی تمام مثالوں میں قرآنِ مجید کے علاوہ لغت و اشاریہ: معجم القرآن [۳] سے اخذ و استفادہ کیا گیا ہے۔ کثیر تعداد کی بِنا پر ہر مقام پر حوالہ دینا ممکن نہیں تھا۔) مثلاً: احمد، احیا، اعزّہ، اقدام، اکبر، اِلّا، القاب، امین، خوف، خیام، خیر، ذات، ذکر، رب، رزق، رسول، سبیل، شاعر، شر، صبر، طیّب، ظن، عامل، عجیب، عذاب، عیسٰی،

غرق، غروب، فساد، قادر، کرب، لباس، مال، محراب، محسن، محمّد، مزید، مس، مستور، مسجد، مشرق، مصباح، مصلح، مطلع، مع، معروف، معلوم، معمّر، مغرب، مغلوب، مفر، مقام، مکان، مکر، ممنون، موت، موسیٰ، ناصح، ناصر، نبی، نذیر، نزع، نصف، نعمت، نفس، نکاح، نوح، نور، واحد، وارث، والد، ورید، وزن، وسواس، ولد، ولی، یتیم، ید، یسیر، یعقوب، یوسف، یوم، یونس وغیرہ۔ جب کہ دوسری قسم میں ہمیں ایسے متعدّد الفاظ نظر آئیں گے، جو اپنے اصل معانی اور مفاہیم میں اردو زبان میں رائج نہیں ہیں۔ ظاہری شکل میں یہ اردو سے مماثلت رکھنے کے باوجود ان کا معنوی دائرہ ذرا مختلف ہو گیا ہے۔ ان میں بعض الفاظ، معانی کے لحاظ سے مختلف بھی ہو گئے ہیں۔ قوسین میں عربی معانی دیے گئے ہیں، اردو سے تقریباً سب واقف ہیں۔

اخبار (خبریں، اطلاعات)، **افواہ** (منہ)، **اوزار** (بوجھ، گناہ، 'وِزر' کی جمع)، **بساط** (فرش، بچھونا، پھیلانا)، **تبصرہ** (دکھانا، سمجھانا)، **تقویم** (سیدھا کرنا، ٹھیک کرنا)، **ثابت** (محکم، ٹھہرنے والا، ایک جگہ پر قائم رہنے والا)، **حَظ** (حصّہ، نصیب)، **حُلیہ / حِلیہ** (زیور، گہنے، آرائش)[۴]، **خوض** (جھگڑا کرنا، باتیں بنانا، داخل ہونا)، **دنیا** (بہت نزدیک، بہت ذلیل)، **رقیب** (خبر رکھنے والا، نگہبان)، **سبق** (سبقت، پہل)، **شراب** (پینے کی چیز)، **شوکت** (جماعت، تکلیف، ہتھیار، کانٹا)، **شہر** (مہینہ)، **عارض** (پھیل جانے والا ابر، پیش کرنے والا، لاحق)، **عزیز** (عزّت والا، غالب، زبردست)، **غرور** (فریب، دھوکا)، **غصّہ** (پھندا، اچّھو، گلے میں پھنسنے والا)، **غلیظ** (بے رحم، سخت، گاڑھا)، **فاحشہ** (بے حیائی، زنا، بدکاری)، **قابل** (قبول کرنے والا، اسمِ فاعل ہے)، **قاتِل** (تو قتال کر، تو جنگ کر، امر ہے)، **قاصد** (ارادہ کرنے والا، متوسط، معمولی، اسمِ فاعل ہے)، **قائل** (کہنے والا، بات کرنے والا)، **قرینہ** (ساتھی، ہم نشین)، **قسمۃ** (تقسیم کرنا، بانٹنا)، **منشور** (کُھلا ہوا، پھیلا ہوا)، **ناظرہ** (دیکھنے والی، انتظار کرنے والی)، **وجہ** (چہرہ، منہ، رُو)، **ہمّت** (ارادہ، خواہش) وغیرہ۔

اِسی طرح مذکورہ دوسری حالت ''تلفّظ'' کی ہے۔ دیگر زبانوں بالخصوص انگریزی میں صحتِ تلفّظ کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ ان کی لغات اور اساتذۂ کرام اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اگر قرآنی الفاظ کے تلفّظ کی بات کی جائے تو ان میں متعدّد، اردو میں آکر تبدیل ہو گئے ہیں۔ یعنی اردو والوں نے انھیں اپنے مزاج کے مطابق اختیار کر لیا ہے، اور کہیں یہ تغیّر عجمی لب و لہجے اور عدم اعراب کی وجہ سے بھی وقوع پذیر ہوا ہے۔ تبدیلی کے اِس عمل نے کہیں کہیں معانی و مفاہیم کو بھی متاثّر کیا ہے۔ لیکن متعدّد اہلِ علم ایسے بھی ہیں، جو اردو میں تصرّف کے حامی نہیں، وہ انھیں اصل تلفّظ کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ خود راقم نے ادبی تقریبات میں ضیا محی الدّین کو ''حَظ'' اور حمایت علی شاعر کو ''مَانِند'' کہتے سُنا ہے۔ اِسی طرح ایک مذہبی جماعت (دعوتِ اسلامی) کے لوگ ''سُوال'' اور ''وَداع'' کہتے ہیں۔ ان سب کو عموماً ''حِظ''، ''مانِند''، ''سَوَال'' اور ''وِداع'' پڑھا جاتا ہے۔ بلاشبہ جب ایک زبان کا لفظ کسی دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے تو تلفّظ کے معاملے میں اس دوسری زبان کے اہل کا استعمال ہی معتبر ٹھہرتا ہے۔ وہ اس لفظ کو جیسے چاہیں استعمال کریں؛ درست ہی سمجھا جائے گا[۵]۔ لیکن ایک طبقے کا موقف اِس کے برعکس بھی ہے، تاہم اردو داں اصحاب کا بڑا طبقہ دیگر تمام زبانوں کے تصرّف شدہ مروّج الفاظ کو درست مانتا ہے، خواہ اس کا اصل زبان کے اعتبار سے وہ تلفّظ غلط ہی کیوں نہ

ہو[۶]۔ اگر تلفّظ کی تبدیلی سے کوئی اور معنی پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو تو عربی پر گہری نگاہ رکھنے والے ماہرینِ اردو مختلف تلفّظ کی اجازت بھی مرحمت فرماتے ہیں[۷]۔ اور سیّد سلیمان ندوی نے تو الفاظ کی مثال ایسے انسان سے دی کہ جس کی جو جنم بھومی ہو، وہ اسے تج کر اگر کہیں اور جا بسے، تو اب اُس پر دوسرے ملک کے قاعدے قانون ہی لاگو ہوں گے[۸]۔ رشید حسن خان کے خیال میں اگر ہر لفظ کو جہاں سے وہ آیا ہے، اس کی اصل ہیئت میں لکھنا اور بولنا شروع کر دیا جائے تو پھر اردو زبان کوئی زبان ہی نہیں رہے گی[۹]۔ اسی طرح اگر قاعدوں کی پابندی کی جاتی رہتی تو یہ سرمایۂ اردو کبھی عالمِ وجود میں آ ہی نہیں سکتا تھا[۱۰]۔ اور لسانیات کے جدید اصولوں کے مطابق بھی دخیل الفاظ جس زبان کا جزو بنتے ہیں، اسی زبان کے قواعد کے تابع ہو جاتے ہیں[۱۱]۔ بہ ہر کیف دنیا کی بیش تر زبانوں کی طرح اردو نے بھی تلفّظ کو مزاج اور لہجے کے مطابق اپنے قالب میں ڈھالا ہے۔ لسانی حوالے سے اگر بات کی جائے تو متذکّرہ عربی کے پہلے چاروں تلفّظ بجا ہیں، اور اصلاً یہی ہیں۔ بے شک ہمارے لیے اصل تلفّظ سے واقف ہونا بھی از بس ضروری ہے۔ تاہم اردو زبان میں رچ بس جانے والے یا متّفق علیہ الفاظ کے بجائے اصل عربی، فارسی وغیرہ تلفّظ پر اصرار کرنا بھی مناسب نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ استعمالِ عام اور چلن کو مقدّم رکھا جائے۔ اس مقصد کے لیے اردو میں ''غلط العام'' اور ''غلط العوام'' کی اصطلاحیں پیشِ نظر رہنی چاہییں۔ ویسے ''غلط العام'' کو ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے۔ عربی کا معروف قول ہے: ''غلط العام فصیح''[۱۲]۔ لسان شناس ماہر القادری اِس پر سیر حاصل گفت گو کر چکے ہیں[۱۳]۔ غلط العام دیگر زبانوں کے قواعد اور تلفّظ وغیرہ کے لحاظ سے غلط ہونے کے باوجود اردو کے عوام اور خواص دونوں میں عام ہو جانے کو کہا جاتا ہے۔ تلفّظ کے اعتبار سے قرآنی الفاظ جو اردو میں تصرّف کے بعد رائج ہو گئے ہیں، اُن تصرّف شدہ الفاظ کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

قرآنی تلفّظ	اردو تلفّظ	قرآنی تلفّظ	اردو تلفّظ
اَلْف	اَلِف	بَرَکٰت	بَرْکات
بقِیّہ	بقِیہ	تھلُکۃ	تہلْکَہ/تہلِکہ
جھَنَّم	جہنَّم	حُکْم	حُکُم
حِلیہ	حُلیہ	رَمَضان	رَمْضان
زَعم	زُعم	زَکَرِیَّا	زَکْرِیا
سیِّد	سیِّد	شُعَرَاء	شُعْرَا
شَفَاعۃ	شِفاعت	شِمال	شُمال
صاحِب	صاحَب	صَبْر	صَبَر

صَدْر	صَدَر	صَدَقہ	صَدُقہ
طَیِّب	طَیَّب	عَرَبی	عُرُبی
فِرار	فَرار	قَمیص	قمیض / قمیص
قِیام	قَیام	قِیامۃ	قَیامت
کَلِمہ	کَلْمہ	مُبٰرَک	مُبارِک
مَثَل	مِثْل	مَحَبَّۃ	مُحَبّت
مَنافع	مُنافع	مَیِّت	مَیَّت
نَجْوۃ	نِجات	نَجَس	نجِس
نَدامۃ	نِدامت	نَفَقہ	نفْقہ
نُفُوس	نَفُوس	نَقْص	نُقص
وَزْن	وَزَن	ھَجر	ہِجر
ھَمَّت	ہِمَّت		

قرآنی لفظیات کا تلفّظ اور معنوی سطح پر تذکرے کے بعد ہم اب قرآنی املا پر آتے ہیں۔ قرآنی املا کے معاملے میں بھی اردو والوں نے اپنے مزاج کے مطابق دیگر زبانوں کی لفظیات والا برتاؤ کیا ہے۔ یعنی ان میں ترمیم و تصرّف کے بعد انھیں اپنی زبان کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ زبان کے ذیل میں انشاء اللہ خان (۱۷۵۲ء-۱۸۱۷ء) کی چھُوٹ نے ہر کس و ناکس کو بھی اپنی جانب متوجّہ کیا تھا:

> جاننا چاہیے کہ جو لفظ اردو میں آیا وہ اردو ہو گیا، خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے موافق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح۔ اس کی صحت اور غلطی اس کے اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے، کیوں کہ جو چیز اردو کے خلاف ہے وہ غلط ہے، گو اصل میں صحیح ہو، اور جو اردو کے موافق ہے وہی صحیح ہے، خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو[۱۴]۔

اِس معروف رائے کی بازگشت متعدّد اربابِ نظر کی تحریروں میں سُنائی دی جانے لگی، اور تقریباً سب نے اِس پر سرِ تسلیم خم بھی کیا۔ انشا کے اِس سنہری اصول کو بعض کم سواد اور ناعاقبت اندیشوں نے اپنی سمجھ اور مطلب کے مطابق اردو زبان و ادب میں برتنا بھی شروع کر دیا۔ حد سے بڑھی ہوئی رُو رعایت اور لکھاوٹ کے اصول و ضوابط متعین نہ ہونے کے سبب اردو املا میں غلط نگاری

اور بے ضابطگیوں کی بھرمار بھی دکھائی دیتی ہے۔ یوں آج ہر زبان شناس اپنے املا کو درست اور دیگر زبان دانوں کے املا کو غلط ثابت کرنے کے لیے استدلال پیش کرتا نظر آتا ہے۔ اِس غلط روش سے نجات کے لیے مہذّب ممالک کی طرح ہمیں بھی اردو املا کے اصول و قواعد مقرّر کر کے ان پر عمل پیرا ہونا ہوگا، اِس اصلاحی وانقلابی عمل میں اردو کے مقتدر اور مستند ادارے اپنا مؤثّر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اردو املا میں اِس وقت سب سے زیادہ یک سانیت کا فقدان ہندی اور عربی زبان سے آئے ہوئے الفاظ میں نظر آتا ہے۔ عربی زبان کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو راقم نے فی الحال قرآنی املا کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اردو زبان میں بعض قرآنی لفظیات کو برتنے کے حوالے سے لسان شناسوں کا تین طرح کا نقطۂ نظر سامنے آتا ہے۔ ایک کا مؤقف بعض لفظیات میں یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کا املا اردو زبان میں ہُوبہ ہُو کیا جائے۔ دوسرے کا مؤقف یہ ہے کہ قرآنی لفظیات کو اردو میں منتقل کرتے وقت اردو املا کے مزاج اور چلن کو ملحوظ رکھا جائے۔ تیسرے نے درمیان کی راہ اختیار کرتے ہوئے پہلے اور دوسرے کے املا کو اختیار کر لیا۔ ذیل میں ہم قرآن سے اخذ کردہ لفظیات کی فہرست کے ساتھ اردو میں رائج املا بھی رقم کریں گے، تاکہ اردو داں طبقے کو قرآنی املا اور اردو لکھاوٹ کے ساتھ اردو زبان میں مستعمل کثیر قرآنی لفظیات کا بھی علم ہو سکے۔

اردو املا کے اختلافی مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ الف مقصورہ اور کھڑا زبر کا ہے۔ قرآنی لفظیات میں چھوٹے الف کا استعمال عموماً دوسرے، تیسرے، چوتھے یا پانچویں حرف پر ہوتا ہے، اور اس کی آواز الف کی ہوتی ہے۔ انجمنِ ترقّیِ اردو ہند نے گذشتہ صدی میں اردو لفظیات میں الف مقصورہ اور کھڑا زبر کے بجائے مکمل الف لکھنے کی سفارش کی تھی[۱۵]۔ بعد ازاں بعض ماہرینِ لسانیات عبد السّتّار صدّیقی (۱۸۸۵ء-۱۹۷۲ء)، رشید حسن خان (۱۹۳۰ء-۲۰۰۶ء) وغیرہ نے اِس نقطۂ نظر کو پروان چڑھایا۔ یوں یہ سلسلہ چل نکلا، جسے آج ہندوستان اور پاکستان کے اخبارات ورسائل، کتب، سماجی اور برقی ذرائع ابلاغ وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ میری ذاتی رائے میں یہ ایک مستحسن قدم بھی ہے، کیوں کہ کتب میں کبھی کبھار الف مقصورہ اور کھڑا زبر کا غلط اور عدم استعمال تلفّظ میں مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً ''متوفّٰی''، ''مسمّٰی'' کو متوف فی''، ''مسم می'' وغیرہ پڑھ دیا جاتا ہے[۱۶]۔ الف مقصورہ اور کھڑا زبر کو جن لفظیات میں برتا جاتا ہے، ان کا تعلق خالصتاً عربی زبان سے ہے اور انھیں عربی کے الفاظ میں علامتِ تانیث سمجھا جاتا ہے، اور یہی معاملہ تاے مدوّرہ اور الف ممدودہ کا ہے، لیکن جو اسما مذکّر (خلیفۃ وغیرہ) کے لیے بولے جاتے ہیں، اُنھیں مذکّر ہی کہیں گے۔ اسی طرح بعض الفاظ مؤنث (ارض وغیرہ) ہونے کے باوجود علامتِ تانیث سے تہی بھی ہوتے ہیں۔

عربی میں اسما، صفات، افعال وغیرہ میں ''ی'' یا ''و'' سے پہلے والے یعنی ماقبل حرف پر جب معمولی الف لکھا جاتا ہے تو ایسے مواقع پر ''ی'' یا ''و'' کا تلفّظ نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ مکمل خاموش ہوتے ہیں، یعنی ان کا تعلق لکھت سے ہے پڑھت سے نہیں۔

مثلاً: زکوٰۃ، عیسیٰ، موسیٰ وغیرہ۔ موخر الذّکر دونوں اسما میں الف مقصورہ ہے، جب کہ اوّل الذّکر میں کھڑا زبر ہے۔ در حقیقت عیسیٰ اور موسیٰ میں بھی الف مقصورہ نہیں ہے، بلکہ وہ عربی الفاظ ہیں، جو عبرانی زبان کے ہیں۔ انھیں عموماً سمجھانے کی غرض سے الف مقصورہ کہہ دیا جاتا ہے، بلکہ ان میں ”و“ یا ”ی“ ہے، جسے خاص قانون کے تحت الف سے بدل دیا گیا ہے۔ عربی میں جس اسم کے آخر میں الف کے بعد ہمزہ نہ آئے، وہ الف مقصورہ کہلاتا ہے۔ در حقیقت الف مقصورہ، اسمِ تفضیل مذکّر کو مونث بنانے کے لیے مستعمل ہے۔ مثلاً اکبر سے کُبریٰ، اعظم سے عظمیٰ اور ابشر سے بشریٰ وغیرہ۔ الف مقصورہ کے علاوہ کھڑا زبر کا استعمال قرآنی لفظیات کے مختلف حروف میں بھی کیا جاتا ہے، مثلاً: سلیمٰن، شیطٰن، کتٰب وغیرہ۔ قرآن میں اسما کو واحد سے جمع بنانے اور حرفی مادوں میں فعل سے فاعل وغیرہ بنانے کے لیے بھی کھڑا زبر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہی کھڑا زبر قرآن کے بعض الفاظ کے آغاز میں آجائے تو یہ اردو کے الف ممدودہ کا تلفّظ اختیار کرلیتا ہے، مثلاً: اٰخر، اٰدم وغیرہ۔ البتہ یہی الفاظ صحاح ستّہ اور عربی کتب میں الف ممدودہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ عربی میں الف ممدودہ آواز کو طویل کرتا ہے، اور اسے کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ یعنی عربی میں کسی اسم کے آخر میں جس الف کے بعد ہمزہ ہو، اُسے الف ممدودہ کہا جاتا ہے۔ اردو اور عربی میں الف ممدودہ اور الف مقصورہ کی تعریف جداگانہ ہے۔ اردو میں الف ممدودہ ایک کے بجائے دو الف کا مجموعہ ہوتا ہے۔ دوسرے الف کے لیے علامتِ مد استعمال کی جاتی ہے، اور اسے کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ زیادہ تر یہ الفاظ کے آغاز میں آتا ہے، جیسے آن، آج وغیرہ۔ علمِ عروض میں بھی اِس کی حیثیت دو الف کے برابر ہوتی ہے۔

قرآنی لفظیات کو اردو زبان میں خوب برتا گیا ہے، لیکن املائی صورت میں معمولی تبدیلی کر دی گئی ہے۔ تغیّر و تبدّل کی یہ حالت اردو زبان میں تین طرح سے دیکھنے کو ملتی ہے۔ اوّل: اردو زبان کی لفظیات میں الف مقصورہ اور کھڑا زبر کا استعمال قرآن ہی کی طرح ہے۔ دوم: قرآنی الفاظ میں ”ی“ یا ”و“ سے ماقبل حرف پر لگنے والا نصف الف اردو لفظیات میں ”ی“ یا ”و“ پر لگایا جاتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اردو داں طبقے کو اِس معمولی تفاوت کا احساس بھی نہیں ہے۔ البتّہ اِس فرق کے باوجود تلفّظ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یعنی قرآن کی طرح اردو میں بھی ”الف“ ہی پڑھا جاتا ہے۔ مقامِ حیرت ہے کہ ہمارے ماہرینِ لسانیات مضامین و کتبِ املا میں قرآنی املا کو اردو زبان میں بعینہٖ لکھنے کا درس تو دیتے نظر آتے ہیں، لیکن اِس تفاوت کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ زبان شناس ڈاکٹر محمّد آفتاب احمد ثاقب الف مقصورہ کی بحث میں قرآنی املا کو اردو املا میں تبدیل کرنے سے اجنبیت پیدا ہونے کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں، لیکن تمام مثالوں میں وہ قرآن کے برعکس یاے معروف ہی پر معمولی الف ”یٰ“ لگاتے ہیں[۱]۔ جب کہ قرآن کی طرح عربی کتب میں بھی یاے معروف سے ماقبل حرف پر چھوٹا الف لگانے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ سوم: قرآن کے برعکس اردو میں ”ی“ یا ”و“ اور کھڑا زبر حذف کرکے مکمل الف رقم کردیا جاتا ہے۔ محتاط ماہرینِ لسانیات قرآنی املا کو پورے الف سے رقم کرنے کی بجاے

الف مقصورہ اور کھڑے زبر ہی کو فوقیت دیتے ہیں۔ جب کہ متعدّد ماہرینِ لسانیات کی تجاویز کے بعد کھڑے زبر کی لفظیات کو اردو میں سیدھے الف سے لکھنے (ابراہیم، نجات وغیرہ) کو تقریباً اختیار کرلیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں الف مقصورہ اور کھڑا زبر کے وہ الفاظ جو اَب اردو میں مستعمل ہیں، انھیں ذیل میں قرآنی املا اور اردو املا کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، جس کے ذریعے ہم دونوں کے مابین املائی تفاوت کو باآسانی ملاحظہ کرسکتے ہیں:

قرآنی تلفّظ	اردو تلفّظ	قرآنی تلفّظ	اردو تلفّظ
اٰبآء	آبا	اٰثم	آثم
اٰخر	آخر	اٰخرۃ	آخرت
اٰدم	آدم	اٰزر	آزر
اٰفاق	آفاق	اٰل	آل
اٰیٰت	آیات	ابرٰھم	ابراہیم
ادنٰی	ادنیٰ / ادنا	ارتضٰی	ارتضیٰ
استغنٰی	استغنا	اسحٰق	اسحاق
اسمٰعیل	اسماعیل	اصحٰب	اصحاب
اعلٰی	اعلیٰ / اعلا	افترٰی	افترا
اکٰبر	اکابر	القٰی	القا
خلّٰق	خلاّق	بٰرک	بارک
برَکٰت	برکات	بنٰت	بنات
تٰبعین	تابعین	تبٰرک	تبارک
تقوٰی	تقویٰ / تقوا	تمنّٰی	تمنّا
تورٰۃ	تورات	جلٰل	جلال
حٰکمین	حاکمین	حتّٰی	حتّٰی / حتّا
حلٰل	حلال	حیٰوۃ	حیات
خبٰئث	خبائث	خیرٰت	خیرات

ذٰکرین	ذاکرین	ربٰوا	ربٰو/ربا
زکٰوۃ	زکٰوۃ/زکاۃ/زکات	زنٰی	زنا
سٰحر	ساحر	سٰفلین	سافلین
سبحٰن	سبحان	سلٰسل	سلاسل
سلٰم	سلام	سلطٰن	سلطان
سلوٰی	سلویٰ/سلوا	سلیمٰن	سلیمان
شورٰی	شوریٰ/شورا	شیٰطین	شیاطین
شیطٰن	شیطان	صٰبرین	صابرین
صٰعقۃ	صاعقہ	صٰلحین	صالحین
صدقٰت	صدقات	صلوٰۃ	صلوٰۃ/صلات
ضلٰلۃ	ضلالت	ظلمٰت	ظلمات
عٰلم	عالم	عزّٰی	عزّا
علٰی	علیٰ	عمرٰن	عمران
عیسٰی	عیسیٰ/عیسیٰ	فٰتحین	فاتحین
کبرٰی	کبریٰ/کبرا	کتٰب	کتاب
لٰت	لات	لقمٰن	لقمان
مٰلک	مالک	مبٰرک	مبارک
مجٰلس	مجالس	مجٰهدین	مجاہدین
مسٰجد	مساجد	مسٰکن	مساکن
مسٰکین	مساکین	ملٰئکۃ	ملائکہ
منٰوۃ	منات	منٰفقین	منافقین
منتہٰی	منتہیٰ/منتہا	موسٰی	موسٰی/موسیٰ

مولیٰ	مولیٰ / مولا	ماوٰی	ماویٰ / ماوا
مومنٰت	مومنات	نُظرین	ناظرین
نَجٰوۃ	نجات	نصٰری	نصاریٰ / نصارا
وٰعظین	واعظین	ھٰرون	ہارون
ھامٰن	ہامان	ھُدٰی	ہُدیٰ / ہُدٰی
ھوٰی	ہوا	ھیہات	ہیہات
یٰس	یاسین	یحیٰی	یحیٰی / یحیٰ
استغنٰی	استغنا		

اِس جدول میں ایسے متعدّد الفاظ ہیں، جنھیں اردو میں الف مقصورہ اور کھڑا زبر کی بجائے پورے الف سے رقم کیا گیا ہے۔ جب کہ بعض اہلِ علم اِس املا سے متّفق نہیں ہیں۔ وہ قرآنی یا عربی طرز ہی کی حمایت کرتے ہیں، لیکن حیرت اِس بات کی ہے ان کے ہاں بھی متعدّد لفظیات کا املا اِس فہرست میں موجود "اردو املا" ہی کی نوع کا ہے۔ یعنی انھوں نے الف مقصورہ اور کھڑا زبر کی بجائے پورے الف کو اختیار کیا ہے۔ اگر تقلید ہی کرنی ہے تو پھر یہ تفاوت، چہ معنی دارد؟ البتہ اس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم قرآنی لفظیات میں اسمِ خاص اور مرکبات یعنی یحیٰ، حتّی الامکان وغیرہ کو ان کے اصل کے مطابق ہی رہنے دیں اور باقی لفظیات میں مکمل الف کا استعمال کریں۔ بعض ماہرینِ لسانیات نے اِس طرز کو اختیار بھی کیا ہوا ہے۔

تنوین کا استعمال اردو زبان میں عام ہے، لیکن اِس کی تین میں سے ایک صورت یعنی "دو زبر" ہی مستعمل ہے۔ زیر والی تنوین صرف "نسلاً بعد نسلٍ" میں دکھائی دیتی ہے۔ اردو زبان میں تنوین شدہ الفاظ معقول تعداد میں ہیں۔ الف مقصورہ اور کھڑا زبر کی طرح یہ بھی عربی زبان ہی سے مخصوص ہے۔ کبھی کبھار اردو زبان میں عربی طرز پر غیر عربی الفاظ میں بھی تنوین لگا دی جاتی ہے، جو نامناسب ہے۔ مثلاً فارسی لفظ "اندازہ" سے "اندازاً" وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے۔ تنوین کی بھی الف مقصورہ، کھڑا زبر اور تشدید کی طرح املائی حیثیت ہے۔ علمِ عروض میں یہی تنوین "ملفوظی غیر مکتوبی" کہلاتی ہے۔ یعنی ایسے حروف جو قرات میں تو آئیں، لیکن انھیں رقم نہیں کیا جاسکے۔ تنوین کے حامل تمام الفاظ کے آخر میں "ن" کی واضح آواز آتی ہے، اِسی آواز پر عروض میں تقطیع بھی کی جاتی ہے، جو ملفوظی حیثیت میں شمار ہوتی ہے۔ چناں چہ شاعری میں "روشن" کا قافیہ "فورًا" ہو سکتا ہے۔

عربی میں الف مقصورہ اور الف ممدودہ کی طرح تاے مدوّرہ "ۃ" بھی علامتِ تانیث ہے۔ قرآن و عربی کے قاعدے کے مطابق اگر آخری حرف تاے مدوّرہ ہو تو اس پر تنوین لگا دی جاتی ہے۔ مثلاً اٰیۃً، تجارۃً، خیانۃً وغیرہ۔ جب کہ اردو والے قرآن و

عربی کے تاے مدوّرہ والے الفاظ کا شاذونادر ہی استعمال کرتے ہیں، اِسی لیے وہ تاے مدوّر ''ۃ'' کو پہلے تاے دراز ''ت'' میں تبدیل کرتے ہیں اور پھر الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں۔ عربی زبان میں تاے مدوّرہ کے علاوہ بعض لفظیات کے آخر میں الف کا اضافہ کر کے تنوین لکھی جاتی ہے، لیکن آخری حرف کے بجاے ماقبل الف پر تنوین کا استعمال کیا جاتا ہے، یہی صورت قرآنی املا میں بھی ہے، جیسے: اسم (مِدرَارًا)، اسمِ فاعل (مُرشِدًا)، اسمِ ظرفِ مکان (مَحِیصًا)، اسمِ مفعول (مُخلَصًا)، مصدر (غُرُورًا)، مبالغہ (جَبّارًا) وغیرہ کثرت سے مستعمل ہیں۔ البتّہ قرآنی الفاظ جن کا استعمال اردو زبان میں ہوتا ہے، عربی کتب کی نسبت قلیل ہیں۔ مثلاً: تفصیلاً، جُزءًا[۱۸]، حکمًا، خیرًا، طوعًا، غرقًا، فردًا، کرامًا کاتبین، مفروضًا، یقینًا وغیرہ۔ اردو لفظیات میں ''دوزبر'' کا استعمال قرآن و عربی زبان کے برعکس ہمیشہ ''الف'' کے اوپر کیا جاتا ہے۔ اصولاً قرآن کے اِنھی الفاظ کی طرح اردو والوں کو تمام الفاظ میں ماقبل الف پر تنوین کا استعمال کرنا چاہیے۔

الف مقصورہ اور تنوین کی طرح تاے مدوّر (ۃ) کا تعلق بھی خالص عربی زبان سے ہے۔ عربی کتب کے علاوہ قرآن میں ایسے الفاظ کی کثیر تعداد ہے، جس کے آخر میں تاے مدوّر آتی ہے۔ مثلاً: اُمّۃ، بصیرۃ، تجارۃ، تورٰۃ، جنّۃ، حجّۃ، حیٰوۃ، خیانۃ، دعوۃ، ذلّۃ، زکوٰۃ، زینۃ، سورۃ، شریعۃ، شفاعۃ، شھوۃ، صلوٰۃ، ضلٰلۃ، طاعۃ، عاقبۃ، عبادۃ، عداوۃ، عدّۃ، عزّۃ، عُسرۃ، قوّۃ، قیامۃ، لذّۃ، مصیبۃ، معیشۃ، ملّۃ، منٰوۃ، نبوّۃ، نشاۃ، وصیّۃ وغیرہ۔ بعض صورتوں میں قرآنی املا کی ''ۃ'' کو اردو والوں نے تصرّف کر کے ہاے مختفی سے بھی بدل دیا ہے، جیسے درجۃ سے درجہ، تذکرۃ سے تذکرہ، عقدۃ سے عقدہ وغیرہ۔ قرآن میں چند الفاظ ایسے بھی مل جاتے ہیں جو تاے مدوّر اور تاے کشیدہ دونوں سے ہیں، مثلاً: رحمت، نعمت وغیرہ۔ عبدالستّار صدّیقی کے خیال میں عربی کی گول ''ۃ'' کی لمبی ''ت'' میں تبدیلی ایرانیوں کے طفیل ہوئی ہے[۱۹]۔ لیکن گزری صدی میں باقاعدہ طور پر انجمنِ ترقّی اردو ہند نے یہ تجویز کیا تھا کہ ایسی تمام عربی کی تاے مدوّرہ کو تاے طویلہ (ت) سے لکھا جائے[۲۰]۔ بعدازاں اس پر عمل درآمد بھی ہو گیا۔ استعمالِ عام ہونے کی وجہ سے اب کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔

ہمزہ ''ء'' اردو حروفِ تہجّی کا باون واں حرف ہے[۲۱]۔ یہ اردو زبان میں علامت کی بجاے ایک حرف کی حیثیت میں مستعمل ہے۔ ڈاکٹر احسان الحق نے اِسے حرف اور علامت دونوں میں گردانا ہے[۲۲]۔ ہیئتی اعتبار سے ہمزہ عین (ع) کے بالائی حصّے کی طرح ہے۔ اردو میں یہ الف کا قائم مقام ہے۔ ہمزہ کسی لفظ کے ابتدا میں نہیں آتا، لیکن درمیان یا آخر میں آکر اپنی اہمیت ضرور دکھاتا ہے۔ لفظوں کے آخر میں صرف مرکبات ہی میں بطور علامتِ اضافت اور حرف کے آتا ہے، مثلاً: نالۂ دل، ذکاءُ اللہ وغیرہ۔ اردو لفظیات میں ہمزے کا استعمال چند استثنائی مثالوں کے عموماً حروف کے اوپر ہوتا ہے۔ صوتی اعتبار سے الف کے مماثل اور متحرک رہتا ہے، اور اسے کھینچ کر یا جھٹکے سے پڑھا جاتا ہے۔ فارسی زبان میں ہمزے کا استعمال اب تقریباً ختم ہی ہو چکا ہے۔ وہاں

اس کی جگہ ''ی'' کا استعمال کرتے ہیں۔

عربی میں ہمزے ''ء'' کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ یہ حروفِ ہجّا کا اٹھائیس واں حرف ہے، اور یہ جھٹکے کے ساتھ ادا ہوتا ہے۔ اگر عربی میں الف اعراب کے ساتھ متحرک ہو تو اسے الف کے بجائے ہمزہ کہا جاتا ہے، خواہ اس کی شکل الف ہی کی کیوں نہ ہو۔ دیگر حرفوں کی طرح ہمزہ محرّک بھی ہوتا ہے اور مجزوم بھی۔ اِس کی کتابت اردو ہمزے کی طرح بھی ہوتی ہے اور الف کی طرح بھی۔ عربی میں ہمزہ استخبار، تسویہ اور استفہام وغیرہ کے لیے بھی آتا ہے[۲۳]۔ قرآن میں ایسے متعدّد الفاظ ہیں، جس کے آخر میں ہمزہ آتا ہے۔ مثلاً: اُباء، احیاء، اسماء، اشیاء، اعداء، اغنیاء، انشاء، اولیاء، بیضاء، جزاء، دعاء، سماء، شرکاء، شعراء، شفاء، شھداء، ضیاء، عشاء، عطاء، فقراء، کبریاء، نساء وغیرہ۔ لیکن اردو والوں نے اِن قرآنی یا دیگر عربی لفظیات میں سے ہمزۂ آخر کو اپنے مخصوص مزاج کی بنا پر حذف کر دیا ہے۔ البتّہ تنوین اور ترکیب کے ساتھ مستعمل ہے۔ میری ذاتی رائے میں ہمزہ کو حذف کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اِن الفاظ کے آخر میں دو ساکن حروف یک جا ہو گئے ہیں۔ کیوں کہ ہمزہ آخر میں ہے اور اِس کی بالکل ادائی نہیں ہو پاتی، اِس لیے اِسے حذف کر دیا گیا۔ بعض لوگ اب بھی ہمزہ کا استعمال کرتے نظر آتے ہیں، لیکن اکثریت نے اِسے ترک کر دیا ہے۔ قرآنی املا اور اردو رسمِ تحریر میں یہ معمولی تفاوت نمایاں ہے۔

عربی اور اردو زبان میں ایک اور صوری فرق ہائے مخلوط یعنی دو چشمی ہا(ھ) کا بھی ہے۔ اردو زبان میں صوتی سطح پر مفرد حرفوں کی صورت میں ہائے مخلوط کا وجود نہیں ہے۔ تاہم ''ھ'' مرکب شکلوں میں ہائیہ آوازوں کے طور پر اپنا وجود رکھتی ہے۔ مرکب صورتوں میں ہائے مخلوط کا اتّصال اردو کے پندرہ حروفِ تہجی[۲۴] کے ساتھ ہوا ہے۔ یعنی دو دو متعین حرفوں ''ب'' + ''ھ'' اور ''پ'' + ''ھ'' سے مخلوط ہو کر تنفّس ایک ہی جھٹکے میں ادا ہوتی ہے۔ جیسے: بھ، پھ، تھ، ٹھ وغیرہ۔ بعض لوگ محض لاعلمی میں بطور مفرد (ھے، ھی) اردو لفظیات میں استعمال کر جاتے ہیں، جو کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اِس میں ہائیہ آواز ظاہر ہوتی ہے اور نہ ہی تلفّظ ادا ہوتا ہے۔ اِس ضمن میں ''کھا''، ''کہا'' اور ''بھلا''، ''بہلا'' وغیرہ کے امتیاز کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اردو زبان میں ہائے مخلوط کے علاوہ ہائے مختفی، ہائے حطّی، ہائے ملفوظ بھی اپنا مستقل وجود رکھتی ہے۔ گذشتہ صدیوں میں ہائے ملفوظ ''ہ'' اور ہائے مخلوط ''ھ'' میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا تھا، یعنی ماضیِ بعید میں دہر، گہر، ہاتہ وغیرہ کو دھر، گھر، ہاتھ لکھا جاتا رہا ہے۔ رشید حسن خان کے نزدیک اِس فرق کی وجہ عربی فارسی کا اثر تھا[۲۵]۔ لیکن قواعد نویسوں کی مساعیِ جمیلہ کے طفیل عرصۂ دراز سے اب اِس امتیاز کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ علمِ عروض میں تقطیع کرتے وقت ہائے مخلوط کو شمار نہیں کیا جاتا، جب کہ دیگر مذکورہ ہائے شمار کی جاتی ہیں، البتہ ہائے مختفی کو رد اور ضرورتاً شمار بھی کیا جا سکتا ہے۔

عربی و فارسی زبان میں ہائیہ آوازوں کا وجود نہیں ہے، البتہ ہائے مخلوط ''ھ'' موجود ہے۔ قرآنی لفظیات میں ہم جو ہائے

مخلوط ملاحظہ کرتے ہیں، وہ در حقیقت ہائے ملفوظ ہی کے مختلف نقوش ہیں۔ یہ سب نقوش مختلف ہونے کے باوجود تشابہ الصّوت ہیں۔ جب کہ اِس ضمن میں اردو میں صوتی مشابہت نام کو نہیں ہے۔ قرآن کے لفظوں میں ہائے ملفوظ کا ایک نقش دو چشمی ہا ''ھ'' کے روپ میں کہیں بھی جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ اِسی لیے ہمیں قرآن کی لفظیات میں ہائے مخلوط ''ھ'' درمیان کے علاوہ آغاز میں بھی نظر آتا ہے۔ جب کہ اردو میں کوئی بھی لفظ ''ھ'' سے شروع نہیں کیا جاتا۔ یہاں ہم ہائے مخلوط والے ایسے ہی کچھ قرآنی لفظیات کو پیش کر رہے ہیں، جس کی کتابت میں معمولی املائی تغیّر اردو میں پہنچ کر ہو گیا ہے۔ مثلاً: ابرٰھم، اطھر، اھل، برھان، بھتان، تھجّد، جھاد، جھد، جھنّم، دھر، رھین، شاھد، شھاب، شھادۃ، شھوۃ، شھود، شھید، ظاھر، عھد، مجٰھدین، مشھد، مشھود، منتھٰی، مھاجر، مھد، مھلک، نھار، نھر، وھّاب، ھادی، ھٰذا، ھٰرون، ھامٰن، ھُدھُد، ھزل، ھوٰی، ھُود، ھیھات، یھود، ھاروت وغیرہ۔ یہ سب قرآنی لفظیات اردو میں ہائے ملفوظ سے لکھی جاتی ہیں۔

میں یہاں مکرّر عرض کرنا چاہوں گا کہ اردو زبان نے عربی سے بہت اخذ واستفادہ کیا ہے، اور الہامی کتاب قرآن اِس میں پیش پیش رہی ہے۔ قرآنی لفظیات کی کتابت اور تلفّظ میں اردو والوں نے اپنے مزاج اور لہجے کے مطابق کہیں معمولی تغیّر وتبدّل کیا ہے اور کہیں اسے بجنسہٖ مستعار لیا ہے۔ عموماً یہ تغیّرات کم وبیش ہر زبان میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ عربی الفاظ میں تبدیلی کا کچھ عمل زبانِ فارسی کے توسّط سے بھی ہوا ہے، اور پھر معقول تعداد میں وہ مفرّس صورت میں اردو زبان تک پہنچے ہیں، جنھیں مباح سمجھنے میں کسی کو عار نہیں ہے۔ اِس مضمون کا مقصد دراصل پورے قرآن سے حتّی المقدور ایسی لفظیات کا چناؤ تھا، جس سے اردو زبان نے معنوی، املائی اور تلفّظ کی سطح پر اخذ واستنباط کیا، اِس اخذ وماخوذ میں اردو میں ہونے والی ان معمولی تبدیلیوں اور باریکیوں کی نشان دہی کرنی تھی، جس کی جانب قرآنی حوالے سے بہت کم توجّہ صرف کی گئی تھی اور ان میں صوری سطح پر بعض امور تو نگاہ سے اوجھل ہی تھے۔ بلاشبہ اِس متبرّک ومقدّس آسمانی کتاب کی عظمت واہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ لیکن اِس حقیقت سے بھی مفر نہیں کہ کسی بھی زبان پر دوسری زبان کے اصول وضوابط منطبق نہیں کیے جاسکتے۔ اردو اپنا مکمل تشخّص رکھتی ہے، اور وہ ہر سطح پر ایک خود مختار زبان ہے۔ املائی حوالے سے تو کتبِ احادیث اور عربی کتب نے بھی قرآن کی مکمل اتّباع نہیں کی ہے، چہ جائیکہ غیر عربی زبان اِس ذمّے داری سے عہدہ برآ ہوتی۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۷۱ء) اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، کراچی۔

۱۔ ان میں چند کتب درج ذیل ہیں:

i. ڈاکٹر احسان الحق، اردو عربی کے لسانی رشتے (کراچی: قرطاس، ۲۰۰۵ء)۔

ii. ڈاکٹر میاں محمّد صدّیقی، فرہنگِ اصطلاحاتِ قرآن (پاکستان: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۳ء)۔

iii. محمّد بدیع الزّماں، اقبال کے کلام میں قرآنی تلمیحات اور قرآنی آیات کے منظوم تراجم (فیض آباد: دانش بُک ڈپو، ۱۹۹۵ء)۔

iv. محمّد عبد الغنی شاہ، قرآنی تصوّف اور اقبال (کراچی: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۶۱ء)۔

v. محمّد بدیع الزّماں، اقبال: شاعرِ قرآن (فیض آباد: دانش بُک ڈپو، ۱۹۹۷ء)۔

vi. ڈاکٹر عارف بٹالوی، مرتّب اقبال اور قرآن (کراچی: کتاب لمیٹڈ، ۱۹۵۰ء)۔

vii. مولانا امداد صابری، علّامہ سیّد سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں (ادارہ ندارد)، س ن

viii. مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا آزاد اور رفاقتِ قرآنی (پٹنہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)۔

ix. ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، قرآنی عربی (کراچی: مکتبۂ علیمی، ۲۰۰۸ء)۔

[درج بالا کتب عربی قواعد کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ محض قرآنی عربی کی تفہیم مین معاون اہم قواعد پر مشتمل ہے اور تعلیم و تعلّم اور مبتدیوں کے لیے سود مند ہے۔ مگر یہ قواعد اردو زبان کی تفہیم میں بھی معاون ہے۔]

۲۔ شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، جلد دوم (اعظم گڑھ: دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۸ء)، ۳۔

۳۔ سیّد فضل الرّحمٰن (مؤلف)، معجم القرآن (کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)۔

۴۔ اردو میں اِس کا تلفّظ "حُلیہ" اور قرآن میں "حِلیہ" ہے۔ سورۃ الزخرف، آیت نمبر ۱۸ (کراچی: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۲۰۰۰ء)، ۴۴۲۔

۵۔ علّامہ محمّد اکمل عطا، تلفّظ درست کیجیے (لاہور: مکتبۂ اعلٰی حضرت، ۲۰۰۱ء)، ۲۔

۶۔ طالب الہاشمی، اصلاحِ تلفّظ و املا (لاہور: القمر انٹر پرائز، س ن)، ۱۷۔

۷۔ قیوم ملک، اردو میں عربی الفاظ کا تلفّظ (اسلام آباد: نیشنل بُک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۶ء)، ۱۴۹۔

۸۔ سیّد سلیمان ندوی، نقوشِ سلیمانی (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۳۹ء)، ۳۳۲۔

۹۔ رشید حسن خاں، زبان اور قواعد (دہلی: ترقّیِ اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء)، ۱۶۔

۱۰۔ حفیظ الرّحمان واصف، ادبی بھول بھلیاں (دہلی: کلر پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۹ء)، ۳۰۔

۱۱۔ نجیبہ عارف، پیش لفظ، لسانی زاویے، مصنّف: پروفیسر غازی علم الدّین (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۱ء)، ۱۵۔

۱۲۔ شان الحق حقّی، لسانی مسائل و لطائف (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء)، ۵۳۔

۱۳۔ ماہر القادری، قلمی معرکے (لاہور: القمر انٹر پرائز، ۲۰۰۴ء)، ۷۴-۹۹، ۱۷۔

۱۴۔ سیّد انشاءاللہ خاں انشا، دریائے لطافت، مترجمہ: پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی (اورنگ آباد دکن: انجمن ترقّیِ اردو، ۱۹۳۵ء)، ۳۵۴-۳۵۳۔

۱۵۔ مولوی سیّد ہاشمی فرید آبادی، "اصلاحِ رسم الخط"، مشمولہ اردو (دہلی: انجمن ترقّیِ اردو، ۱۹۴۴ء)، ۱۱۴-۱۱۵۔

۱۶۔ اِس امر کا تفصیلی اظہار راقم اپنے ایک مضمون "رفیق احمد نقش اور اردو املا" میں بھی کر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو: پہچان، رفیق احمد نقش نمبر (میر پور خاص: ادارۂ پہچان، ۲۰۱۴ء)، ۳۳۵۔

۱۷۔ محمد آفتاب احمد ثاقب، اردو قواعد و املا کے بنیادی اصول۔ خصوصی مطالعہ (راولپنڈی: نقش گر، ۲۰۱۳ء)، ۱۴۲۔

۱۸۔ رشید حسن خاں نے ”جُزءًا“ سے ”الف“ حذف کر دیا ہے، حالاں کہ قرآن میں دو بار الف کے ساتھ آیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ”اردو املا“ (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء)، ۱۱۴۔

۱۹۔ عبدالستار صدّیقی، مقالاتِ عبدالسّتّار صدّیقی (جلد اوّل)، مرتّب: مسلم صدّیقی (لاہور: مجلسِ ترقّیِ ادب، ۲۰۱۷ء)، ۱۷۔

۲۰۔ مولوی سیّد ہاشمی فرید آبادی، "اصلاحِ رسم الخط"، مشمولہ اردو (دہلی: انجمنِ ترقّیِ اردو، ۱۹۴۴ء)، ۱۱۴۔

۲۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد بیست و دوم، نگران مدیر: فرحت فاطمہ رضوی (کراچی: ترقّی اردو بورڈ، ۲۰۱۰ء)، ۱۶۷۔

۲۲۔ احسان الحق، اردو عربی کے لسانی رشتے (کراچی: قرطاس، ۲۰۰۵ء)، ۸۰۔

۲۳۔ سیّد فضل الرّحمٰن (مؤلف)، معجم القرآن (کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ۱۹-۲۰۔

۲۴۔ غلام رسول ”اردو املا کے مسائل کا حل“، مشمولہ اردو املا و قواعد۔ مسائل و مباحث، مرتّب: ڈاکٹر فرمان فتح پوری (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء)، ۴۸۔

۲۵۔ رشید حسن خاں، اردو املا (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء)، ۳۲۴۔

Bibliography

Al-Qadri, Mahir. *Qalmī Ma‘rkē*. Lahore: Al-Qamar Inṭerprise, 2004.

Ata, Allamah Muhammad Akmal. *Talaffūẑ Dūrūst Kījīyē.* Lahore: Maktaba-i Aala Hazrat, January 2001.

Azad, Moulana Abul Kalam. *Moulānā Āzād Aur Refāqat-i Qūrānī*. Patna: Khuda Bukhsh Public Oriental Public Library, 1995.

Badi uz Zaman, Muhammad. *Iqbāl kē Kalam Mēṅ Qūrānī Talmīhāt Aur Qūrānī Āyāt kē Manzūm Tarājim*. Faizabad: Danish Book Ḍepot, 1995.

Badi uz Zaman, Muhammad. *Shā‘ir-i Qūrān*. Faizabad: Danish Book Ḍepot, 1997.

Batalvi, Arif. (Compiled) *Iqbāl Aur Qūrān*. Karachi: Kitab Limiteḍ, June 1950.

Farid Aabadi, Maulvi Syed Hashmi. “Iṣlāḥ-i Rasmūl Khaṯ.” In *Ūrdu*. Dehli: Anjuman-i Taraqqi-i Urdu, January 1944.

Fateh Puri, Farman. (Compiled) *Ūrdu Imlā-o-Qavā‘d–Masā’l-o-Mubāhiṡ*. Islamabad: Muqtadra Quami Zuban, June 1990.

Fazl-ur-Rehman, Syed. (Compiled) *Mo‘ajjam al-Qūrān*. Karachi: Zavvar Acaḍmy Publications, April 2008.

Haq, Ahsan ul. *Ūrdu Arabī kē Lesānī Rishṭē*. Karachi: Qirtas, December 2005.

Haqqi, Shanul haq. *Lisānī Masā‘l-o-Latāīf*. Islamabad: Muqtadra Quami Zuban, 1996.

Hashmi, Talib-ul. *Iṣlāḥ-i Talafūẑ-o-Imlā*. Lahore: Alqamar Enterprise.

Ilam-ud-din, Ghazi. *Lesānī Zāveyah.* Faisalabad: Misal Publishers, 2021.

Insha, Syed Inshā Allah Khan. *Daryā‘ē Laṯāfat.* (Translated.), Pandit Brij Mohan Datatarya Kefi Dehlvi. Orangabad Dakkan: Anjuman-e-Taraqqi-e Urdu, 1935.

Khan, Ghulam Mustafa. *Qūrānī ‘Arabī*, Karachi: Maktaba-e-Aleemi, December 2008.

Khan, Rasheed Hassan. *Ūrdu Imlā*. Lahore: Fiction House, 2007.

Khan, Rasheed Hassan. *Zūbān aur Qavā‘d*. Dehli: Taraqqi Urdu Boarḍ, 1976.

Malik, Qayyom. *Ūrdu Mēṅ ‘Arabī Alfāẓ kā Talaffūẓ*. Islamabad: National Book Founḍation, December 2016.

Nadvi, Syed Suleman. *Nūqūsh-i Sūlēmāni*. Dehli: Maktaba-e-Jamia, 1939.

Nomani, Shibli. *Maqālāt-i Shiblī*. Azam Garh: Darul Musannifin Shibli Acaḍemy, 2008.

Qūrān-i Majīd. Lahore: Zia-ul-Quran Publications, March 1999.
Rasool, Ghulam. "Ūrdu Imlā kē Masā'l kā Ḥal" In *Ūrdu Imlā-o-Qavā'd–Masā'l-o-Mubāḥiṡ,* Islamabad: Muqtadra Qaumi Zuban, June 1990.
Sabri, Maulana Imdad. *'Alāma Sayed Sūlemān Nadvī Kī Qūrānī Ghalteyāṅ*. Publisher not mentioned.
Saqib, Muhammad Aftab Ahmed. *Ūrdu Qavā'd-o-Imlā kē Bunyādī Aṣūl–Khūṣūṣī Mūt̲āle'ah*. Rawalpindi: Naqsh Gar, July 2013.
Shah, Muhammad Abdul Ghani. *Qūrānī Taṣavuf aur Iqbāl*. Karachi: Feroz Sons Limited, 1961.
Shaikh, Ansar Ahmed. "Rafīq Aḥmad Naqsh aur Ūrdu Imlā" In *Pehchān* 26, Mirpurkhas: Idara-i Pehchagn, Jan-Sep 2014.
Siddiqui, Abdus Sattar. (Compiled), *Maqālāt-i Abdūs Satār Ṣadīqī*: Muslim Siddiqui. Lahore: Majlis-i Taraqqi-i Adab, July 2017.
Siddiqui, Mian Muhammad. *Farhang-i Iṣt̲elāḥāt-i Qūrān*. Pakistan: Muqtadra Quami Zuban, 2003.
Ūrdu Lūghat (Tārīkhī Uṣūl Par), Karāchi: Tarqq-i Urdu Boarḍ, 2010.
Vasif, Hafeez ur Rehmen. *Ādabī Bhūl Bhūlayāṅ*. Dehli: Color Printing Press, 1979.